وإن تركوه أهلكوه وأهلكوا أنفسهم" [بخاري ح:٢٦٨٦] ''اللہ پاک کے حدود میں نرمی برتنے والے اوران حدود کو پامال کرنے والے کی مثال ایسے لوگوں کی طرح ہے، جنہوں نے ایک بحری جہاز میں قرعہ اندازی کر کے اوپری اور نچلی منزل بانٹ لی۔اب نچلی منزل والے پانی لینے اوپر آنے لگے توانہیں تکلیف ہوئی۔

اس پر نچلی منزل والے کلہاڑا لے کر نیچے سوراخ کرنے لگے۔انہوں نے کلہاڑے کی آواز سنی تو پوچھا: تم کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: تمہیں ہمارے پانی لینے سے تکلیف ہوئی۔ہمیں پانی کے بغیر چارہ نہیں۔اب اگر اوپری منزل والوں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر روکا، تو وہ ان کی جان بچائیں گے اور خود اپنی جان بھی بچے گی۔اگر وہ انہیں سوراخ کرنے دیں، تو وہ انہیں ہلاک کریں گے اور خود بھی ہلاک ہو جائیں گے۔''

آپ ﷺ لوگوں کو اجتماعی امور میں شریک کر کے ان میں تحمل و مسئولیت کی عادت پیدا کرتے اور سب مل کر وہ کام سرانجام دیتے تھے، جس کی واضح مثال مسجد نبوی کی تعمیر، خندق کھودنے کا معاملہ ہے۔

ایک فرد کی رائے نافذ کرنے کے بجائے جو بات اہل حل وعقد کے مشورہ کے بعد طے کی جائے وہ زیادہ مفید اور بابرکت ہوتی ہے۔اس لیے اللہ کے نبی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی تربیت دی۔آپ ﷺ ہر کام میں صحابہ کرام سے مشورہ کرتے تھے۔جنگوں کے واقعات میں مشہور ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور بات طے فرمائی۔

آپ ﷺ غزوات اور دیگر موقعوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں احساس مسئولیت اور خود اعتمادی پیدا کرنے کی غرض سے ان سے مشورہ لیتے تھے۔اگر اس انداز میں رسول اللہ ﷺ صحابہ کی تربیت نہ کرتے تو بعد میں مرتدین اسلام کے خلاف جنگ اور روم وایران کو فتح نہ کر سکتے۔

انفرادی طور پر افراد کے اندر احساس مسئولیت اور خود اعتمادی کی تربیت کرنے کے لیے آپ ﷺ نے اپنے بعض صحابہ کو مہمات، فوج، قضاء، دعوت دین اور تعلیم کی ذمہ داری سونپی۔

آپ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر مقرر فرمایا، بزرگ صحابہ کرام کی موجودگی میں نوجوان صحابہ کو قیادت عطا فرمائی، جیسا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو روم کے ساتھ لڑنے والے لشکر کا کمانڈر بنایا اور حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو اپنی قوم کا امام بنایا۔

آج بھی تعلیم وتربیت سے وابستہ افراد کو اس منہج نبوی پر چلنے کی ضرورت ہے، تاکہ احساس مسئولیت کے حامل افراد تیار کیے جا سکیں۔

﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾

اتباع سنت نبوی

سید نعیم الحسن ہنگوی شگری

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [سورة الحشر ۷] "جو کچھ تمہیں رسول عطا کریں اسے لے لو، اور جس چیز سے منع فرمائیں رک جاؤ۔"

قرآن مجید کی نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب واحترام ایمان کی جان اور انسانیت کی روح ہے۔ جس طرح عقیدہ توحید کے ذریعے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان رکھ کر آپ کے احکام کی اطاعت بھی فرض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کو ایک مرکزی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے ذریعے ہم تک اللہ کی کتاب اور شریعت پہنچی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت گویا اللہ کی اطاعت ہے۔

قرآن مجید گواہ ہے: ﴿اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ﴾ [الأنعام ۵۰] "میں تو صرف اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی کی جاتی ہے۔" سورۂ نجم میں ارشاد ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○﴾ [۳، ۴] "وہ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خواہش نفسانی سے کوئی بات نہیں کرتا، بلکہ اس کی ہر بات وحی ہوتی ہے، جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔"

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول وفعل وحی سے ذرہ بھر اِدھر اُدھر ہٹا ہوا نہیں ہوتا۔ اسی بنا پر آپ کی اطاعت لازم قرار دی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو ہی نہیں سکتی، جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ کارفرما نہ ہو۔ بقول حفیظ جالندھری:

محمد ﷺ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی اطاعت ومحبت کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ "لَنْ يُؤْمِنَ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ" [السنة لا بن أبي عاصم ۱۵، شرح السنة للبغوي ۱۰۴ عن عبدالله بن عمرو ﷺ، مشكاة ۱٦۷] "تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مؤمن کامل نہیں بن سکتا، جب تک اس کی